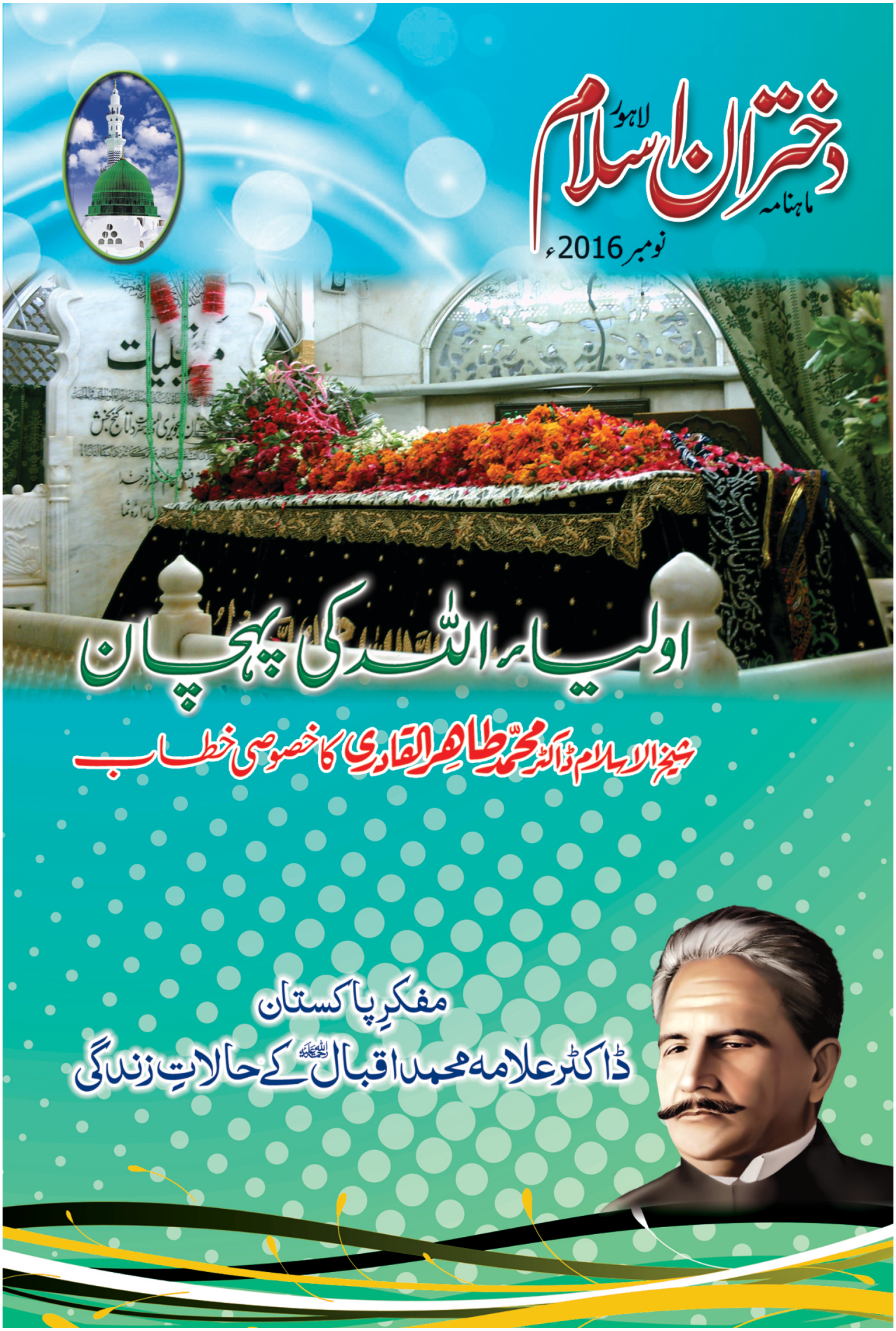
ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
نومبر 2016ء
اولیاء اللہ کی پہچان
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب
مفکرِ پاکستان
ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

پیغامِ امام حسینؓ کانفرنس کے مناظر

تحریک منہاج القرآن کا 36 واں یوم تاسیس

تنظیمی و تربیتی ورکشاپ

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور

جلد: 23 شمارہ: 11 صفر ۱۴۳۸ھ / نومبر 2016ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
نوراللہ صدیقی
فرح ناز

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصراللہ
راضیہ نوید

فہرس

اداریہ۔ (یومِ اقبال اور قیامِ پاکستان)		5
اولیاء اللہ کی پہچان (شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب)	محمد حسین آزاد	7
رسول اللہ ﷺ کا خلقِ سخاوت	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	12
ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے حالاتِ زندگی	عائشہ بتول	17
الفیوضات المحمدیہ		27
گلدستہ		28
تحریک منہاج القرآن اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		30

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے
سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184
Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ج وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ج سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ط يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ج يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ط وَمَنْ يُّرِدِ اللهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللهِ شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ط لَهُمْ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ ج صلے وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (المائدة: ۴۱)

اے رسول! وہ لوگ آپ کو رنجیدہ خاطر نہ کریں جو کفر میں تیزی (سے پیش قدمی) کرتے ہیں ان میں (ایک) وہ (منافق) ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالاں کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور ان میں (دوسرے) یہودی ہیں (یہ) جھوٹی باتیں بنانے کے لیے (آپ کو) خوب سنتے ہیں (یہ حقیقت میں) دوسرے لوگوں کے لیے (جاسوسی کی خاطر) سننے والے ہیں جو (ابھی تک) آپ کے پاس نہیں آئے، (یہ وہ لوگ ہیں) جو (اللہ کے) کلمات کو ان کے مواقع (مقرر ہونے) کے بعد (بھی) بدل دیتے ہیں (اور) کہتے ہیں اگر تمہیں یہ (حکم جو ان کی پسند کا ہو) دیا جائے تو اسے اختیار کرلو اور اگر تمہیں یہ (حکم) نہ دیا جائے تو (اس سے) احتراز کرو، اور اللہ جس شخص کی گمراہی کا ارادہ فرمالے تو تم اس کے لیے اللہ (کے حکم کو روکنے) کا ہرگز کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ (ہی) نہیں فرمایا۔ ان کے لیے دنیا میں (کفر کی) ذلّت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے“۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

وقال الإمام البيهقي في الشعب وأما آدابه:

فَمِنْهَا: الْمُحَافَظَةُ عَلَى الدُّعَاءِ فِي الرَّخَاءِ دُوْنَ تَخْصِيْصِ حَالِ الشِّدَّةِ وَالْبَلَاءِ.

وَمِنْهَا: افْتِتَاحُ الدُّعَاءِ وَخَتْمُهُ بِالصَّلَاةِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

وَمِنْهَا: أَنْ يَدْعُوَ فِي دُبُرِ صَلَوَاتِهِ.

وَمِنْهَا: أَنْ يَرْفَعَ الْيَدَيْنِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا الْمَنْكِبَيْنِ إِذَا دَعَا.

وَمِنْهَا: أَنْ يَمْسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ إِذَا فَرَغَ مِنَ الدُّعَاءِ.

”امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”شعب الإیمان“ میں فرمایا: آداب دعا میں سے ہے:

(انسان کا) ہمیشہ دعا پر استقامت اختیار کرنا خواہ وہ خوشحالی میں ہو اور دعا کو صرف سختی اور مصیبت کے (وقت کے) ساتھ خاص نہ کرنا۔

اور یہ کہ دعا کے آغاز اور آخر میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا۔

اور یہ کہ اپنی (تمام) نمازوں کے بعد دعا کرنا۔

اور یہ کہ (دونوں) ہاتھوں کو دعا میں اپنے کندھوں کے برابر بلند کرنا۔

اور یہ کہ دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا“۔

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۳۶۵)

حمد باری تعالیٰ

ترے کرم کا ہو کیسے بیان لفظوں میں!
قلم میں اتنی ہے قوت نہ جاں لفظوں میں

جو تیرے لطف و کرم کی حدوں کو چھو پائے
کہاں سے آئے گی ایسی اٹھان لفظوں میں

میں خود بھی گنگ ہوا دیکھ کر جلال ترا
میں ڈھونڈنے کو چلا تھا زبان لفظوں میں

ترے کرم کا احاطہ کروں تو کیسے کروں
نہ سوچ میں ہے، نہ اتنی اڑان لفظوں میں

نہ اتنا ظرف ہے ان کا، نہ اتنی گہرائی
سما سکے گا، کہاں آسماں لفظوں میں

لکھے جو حمد تری، سوچ کر لکھے ایسے
جبیں ہو در پہ ترے اور دھیان لفظوں میں

ترے ہی ذکر سے ملتی ہے تازگی دل کو
ترے ہی ذکر سے آتی ہے جان لفظوں میں

کروں میں نذر خدائے عظیم کیا خالد
نہ کوئی حسن تخیل، نہ شان لفظوں میں

(خالد شفیق)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شہہ بحر و بر کا کرم چاہتا ہوں
یہ سر اور ان کا قدم چاہتا ہوں

مری چشم پوشی غریبوں کے والی
تری نسبتوں سے بھرم چاہتا ہوں

مرا کاسۂ آرزو آج بھر دے
کہ میں دولتِ چشمِ نم چاہتا ہوں

ہو وردِ زباں آپؐ کا نام نامی
وظیفہ یہی دم بدم چاہتا ہوں

ازل سے ہوں میں خانہ زادِ محمدؐ
کفن پہ بس اتنا رقم چاہتا ہوں

فقط کوچۂ یار قسمت میں لکھ دے
نہ میں اور کوئی ارم چاہتا ہوں

ٹھہرتی نہیں ہے ذرا بھی طبیعت
میں تھوڑی سی خاکِ حرم چاہتا ہوں

رہے قطبؔ کی لاج بھی میرے آقاؐ
یہی تجھ سے تیری قسم چاہتا ہوں

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

خواب

فرمودات علامہ اقبالؒ

مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کردے
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیمانؑ کردے
جنسِ نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کردے

(کلیات اقبال: بانگ درا، ص298)

تعبیر

ارشاداتِ قائد اعظمؒ

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ منتشر ہوگئے تو گر پڑو گے اور متحد ہوگے تو کھڑے رہو گے۔

(جلسہ تقسیم اسناد ڈھاکہ یونیورسٹی، 24 مارچ 1948ء)

تکمیل

افکارِ شیخ الاسلام مدظلہ

میری آپ کو نصیحت یہ ہے جب بھی کسی کے بارے میں زبان کھولیں تو اس کی اچھائی بیان کریں اگر اس کی کوئی اچھائی معلوم نہیں تو چپ رہیں اور برائی کو زبان پر لانے سے گناہ ہی ہوگا۔ دیکھیں برائی کسی نے کی گناہ آپ نے مفت میں کمایا۔ اس کو تو اللہ گناہ دے یا معاف کردے گا وہ تو اس کے اور اللہ کے مابین معاملہ ہے لیکن آپ نے جو تبصرہ کیا تو آپ تو مفت میں ماری گئیں۔ لہذا ان باتوں سے اجتناب کریں کیونکہ اس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں۔ اس سے برکت اٹھ جاتی ہے بولیں تو اچھا بولیں وگرنہ اپنی زبان سی لیں کیونکہ خاموش رہنے میں حکمت یہ ہے کہ کم از کم انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی، بعنوان غیبت اور چغلی، ماہنامہ دختران اسلام، ستمبر 2016ء)

یومِ اقبال اور قیامِ پاکستان

فلسطین میں یہودیوں بڑھتے ہوئے پُرتشدّد غلبے اور خاص طور پر مسجدِ اقصیٰ پر ان کے ناپاک قبضے کے خلاف ہندوستان بھر میں مسلمانوں کے احتجاجی جلسے ہورہے تھے ،7 ستمبر 1929ء کو اقبال کی صدارت میں ایسا ہی ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اقبال نے اپنے خطبے میں فرمایا: ''یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مسلمانوں کا ضمیر حبِّ وطن سے خالی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ حبِّ وطن کے علاوہ مسلمانوں کے دل میں دینیت ومحبّت اسلام کا جذبہ بھی برابر موجود رہتا ہے اور یہ وہی جذبہ ہے جو ملّت کے پریشان اور منتشر افراد کو اکٹھا کر دیتا ہے اور کر کے چھوڑے گا اور ہمیشہ کرتا رہے گا ... 1914ء میں انگریز مدبرّوں نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے یہودیوں کو آلہ کار بنایا،صہیونی تحریک کوفروغ دیا اور اپنی غرض کی تکمیل کے لیے جو ذرائع استعمال کیے ان میں ایک کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ یہودی مسجدِ اقصیٰ کے ایک حصّے کے مالکانہ تصرّف کا دعوٰی کر رہے ہیں۔ انھوں نے آتشِ فسادمشتعل کر رکھی ہے۔ مسلمان، ان کی عورتیں اور بچّے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیے جارہے ہیں ... اب حکومتِ برطانیہ نے فلسطین میں تحقیقاتِ حالات کے لیے ایک کمیشن بھیجنا منظور کیا ہے مگر میں اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتمادنہیں۔'' 1930ء کا سال پاکستان اور اقبال، دونوں حوالوں سے ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ دسمبر کی انتیسویں تاریخ کو الٰہ آباد کے شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا۔ قائداعظم پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے ہوئے تھے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اس اجلاس کی صدارت اقبال کو کرنی تھی۔ یہیں انھوں نے وہ تاریخ ساز خطبۂ صدارت دیا جو خطبۂ الہ آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس خطبے میں پہلی مرتبہ ہندوستان کے اندر ایک آزاد مسلم ریاست کا ٹھوس اور غیر مبہم خاکہ پیش کیا گیا۔

برطانوی حکومت نے دوسری گول میز کانفرنس میں اقبال کو بھی مدعو کیا۔ لندن جانے کے لیے 8 ستمبر 1931ء کو لاہور سے روانہ ہوئے۔ اگلی صبح دہلی پہنچے۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ہزاروں کا مجمع استقبال کے لئے موجود تھا۔ 10 ستمبر 1931ء کو بمبئی پہنچے۔ اگلے روز وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے انگلستان کے لیے روانہ ہوگئے اور 27 ستمبر کو لندن پہنچ گئے۔ ویسے تو اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شریک ہونے گئے مگر انگلستان میں ان کی علمی اور ادبی شہرت نے جو سیاسی شہرت سے کہیں بڑھی ہوئی تھی، ان کی مصروفیات کو دو حصّوں میں

بانٹ دیا۔ کانفرنس کی ابتداء ہی سے کچھ ایسے آثار رونما ہونے شروع ہوئے کہ اقبال بد دل ہوگئے۔ کچھ اجلاسوں میں ایک اندازِ لاتعلقی کے ساتھ شریک رہے مگر جب کسی بھی مثبت نتیجے سے بالکل مایوسی ہوگئی تو بالآخر 19 نومبر 1931ء کو مسلمان وفد سے الگ ہو کر اس کانفرنس سے اعلانیہ کنارہ کش ہوگئے۔ اب لندن میں ٹھہرنا بیکار تھا۔ مولانا غلام رسول مہر کو ساتھ لے کر 22 نومبر کی رات روم پہنچے۔

21 مارچ 1932ء کو لاہور میں اقبال کی زیرِ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ اقبال نے خطبۂ صدارت پڑھا، جس میں انھوں نے دوسری گول میز کانفرنس کا ماجرا سنایا، اس زمانے کے اہم سیاسی مسائل کا گہرا جائزہ لیا اور مستقبل کی تعمیر کے امکانات پر نظر ڈالی۔ یہ خطبہ ہر لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اسے نظر انداز کر کے برّصغیر کی مسلم تاریخ کے جوہر کو نہیں سمجھا جا سکتا۔

1932ء کے آخر میں برطانوی حکومت کی طرف سے لندن میں تیسری گول میز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اقبال اس مرتبہ بھی بلائے گئے۔ 17 اکتوبر 1932ء کو انگلستان روانہ ہوئے۔ 30 دسمبر تک وہیں رہے۔ اقبال نے پھر کانفرنس میں کوئی دلچسپی نہ لی، کیوں کہ اس میں اُٹھائے گئے بیشتر مباحث وفاق سے متعلق تھے، جس سے اقبال کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ وہ تو ہندوستان کے اندر صوبوں کی ایسی خودمختاری کے قائل تھے جس میں مرکزی حکومت نام کی کوئی شے موجود نہ ہو بلکہ صوبوں کا براہِ راست تعلق لندن میں بیٹھے ہوئے وزیرِ ہند سے ہو۔

برّصغیر میں مسلم سیاسی جماعتیں سخت انتشار اور افتراق میں مبتلا تھیں۔ اپنا اپنا راگ الاپا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کے قومی مستقبل کا مسئلہ عملاً فراموش کیا جا چکا تھا۔ قائد اعظم مایوس ہو کر لندن جا چکے تھے، یہ سب دیکھنے اور کُڑھنے کو ایک اقبال رہ گئے تھے، لیکن قدرت کو مسلمانوں کی بہتری منظور تھی، اقبال اور دوسرے مخلصوں کے اصرار پر قائداعظم ہندوستان واپس آگئے اور 4 مارچ 1934ء کو مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ کے تن مردہ میں جان پڑ گئی اور برّصغیر کے مسلمانوں کے دن پھرنے کا آغاز ہوگیا۔

6 مئی 1936ء کو حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اقبال سے ملنے ''جاوید منزل'' تشریف لائے۔ آپ نے اقبال کو مسلم لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کا ممبر بننے کی دعوت دی جسے اقبال نے اپنی شدید علالت کے باوجود بخوشی قبول کرلیا۔

12 مئی کو اقبال دوبارہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ کی تعلیمات اور قائد اعظم کی ان تھک کوششوں سے ملک آزاد ہوگیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔

اولیاء اللہ کی پہچان

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد حسین آزاد / معاونت: نازیہ عبدالستار

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ’’اولیاء اللہ کی پہچان‘‘ کے عنوان سے خصوصی خطاب فرمایا تھا جس کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ جسے ایڈٹ کر کے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ جو قارئین مکمل خطاب سماعت کرنا چاہیں وہ سی ڈی بعنوان ’’اولیاء اللہ کی پہچان‘‘ کی سماعت کر سکتے ہیں۔ (منجانب: ادارہ دختران اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. (الکھف، ۱۸: ۶۵)

’’تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علیہ السلام) کو پا لیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علمِ لدنی (یعنی اَسرار و معارف کا اِلہامی علم) سکھایا تھا‘‘۔

الحمدللہ تعالیٰ سلطان الاولیاء برہان الواصلین امام العارفین سیدنا داتا گنج بخش حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ کے عرس مبارک کی اس تقریب میں ہم سب کو حاضری کا شرف اور توفیق عطا ہوئی جو ایک نعمت ہے۔ میں چند ضروری باتیں سورۃ کہف کی آیت کریمہ کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد جو مضمون ہے وہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں مکمل کروں گا۔ ہماری ایک نسبت ہے اور ہمارے عقیدے کا ایک بنیادی عنصر، بنیادی لازما اور بنیادی رکن ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی توحید اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کے بعد اہل بیت اطہارؓ اور خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی عزت و احترام، پھر اولیاء کرام کے ساتھ نسبت، عقیدت اور ان سے توسل اور ان سے اکتساب فیض کا تعلق۔ جبکہ اولیاء کرام کی نسبت میں اوپر کی چاروں نسبتیں جمع ہوجاتی ہیں۔ اس حوالے سے میں قرآن اور احادیث کی روشنی میں کچھ ضروری امور عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس سے تصوف کی حقیقت بھی واضح ہوجائے گی۔

میں نے جو آیت مبارکہ تلاوت کی اس کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے امر،

اجازت اور اذن سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان کی تلاش میں نکلے۔ سیدنا خضر علیہ السلام قول مختار اور اہل علم کی اکثریت کے قول کے مطابق ولی ہیں۔ اب ایک بات توجہ طلب ہے۔ ولی اگر کوئی عمل کرے تو یاد رکھ لیں وہ باعث خیرو برکت ثابت ہوتا ہے مگر وہ شریعت میں حجت نہیں بنتا۔ شریعت میں حجت نبی کا عمل بنتا ہے۔ نبی کا عمل سنت نبوی ہوتی ہے اور وہ شریعت میں حجت ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ایک ولی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر رسول اور نبی ہیں۔ ایک نبی ولی کی تلاش میں نکلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وحی کی تلاش میں جانا انبیاء کی سنت ہے۔ یہ ایک شرعی حجت ہے جو قرآن کی نص سے ثابت ہے کہ ولیوں کی تلاش میں جانا نبیوں کی سنت ہے۔ اب جو شخص اس نکتہ کا انکار کرے اسے نہ قرآن کی خبر ہے نہ انبیاء کی سنت کی خبر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خلیفہ یوشع بن نون کو ساتھ لے لیا اور ایک مچھلی کاٹ کر بھون کر راستے کے کھانے کے لئے تیار کرکے رکھ لی اور چل پڑے۔ راستے میں ایک مقام آیا ''مجمع البحرین'' جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں۔ تھوڑی دیر وہاں آرام فرمایا۔ اس کے بعد اٹھے آگے چل دیئے۔ آگے چلے تو راستے میں آپ کو کھانے کی طلب ہوئی۔ اس طلب کے پیش نظر آپ نے حضرت یوشع بن نون کو حکم فرمایا کہ ہمارا کھانا (جو مچھلی پکی ہوئی تھی) لاؤ تاکہ کھالیں۔ اس وقت حضرت یوشع بن نون عرض کرتے ہیں (یہ بات قرآن مجید کا متن ہے اور آیت قرآنی ہے۔ یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ نص ہے) عرض کرتے ہیں یا حضرت اللہ نے مجھے بھلا دیا تھا۔ جس جگہ ہم رکے تھے جہاں دو دریا آپس میں ملے۔ اب دریا تو زمین پر تھے مگر عارفانہ اور صوفیانہ تفسیر کے مطابق جہاں اللہ کا ولی ملا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں دو دریا آپس میں ملے۔ یہ اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ ولی وہ ہوتا جہاں دریائے شریعت اور دریائے طریقت دونوں ملیں تو اس میں سے ولایت نکلتی ہے۔ یہ ایک اشارہ تھا جو ایک عرفانی تفسیر کے اصول کے تحت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہاں جب رکے تو کٹی ہوئی بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہوکر برتن سے نکل کر بھاگ گئی تھی۔ اور سرنگ بنا کر پانی میں چلی گئی۔ مجھے بتانا یاد نہیں رہا۔

اب اس کی تفسیر اس مقام پر جو میں کررہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ سنا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فتویٰ دیا اور فرمایا یوشع جہاں کٹی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی مردہ مچھلی جو زندہ ہوکر بھاگ گئی تھی۔

بس یہی وہ جگہ ہے جس کی تلاش میں ہم نکلے تھے۔ لہذا قرآن مجید نے اس بات کو ثابت کردیا کہ علامت ولایت یہ ہے جہاں موت کو حیات مل جائے وہاں ولایت کا قدم ہوتا ہے۔ میں نے ابتداء میں لفظ بولا تھا کہ ولی کی تلاش میں جانا نبی کی سنت ہے۔ اب وہ قرآن کی نص سے ثابت ہوگیا:

قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ ۔ (الکھف:۱۸)

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہی وہ (مقام) ہے ہم جسے تلاش کررہے تھے۔

(یعنی خضر علیہ السلام کی تلاش جہاں مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی اور موت حیات میں بدل گئی۔ پھر وہ وہاں

پہنچے جہاں ولی عصر رہتا ہے۔) ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھ لیں نہ خضر علیہ السلام نے کوئی پھونک ماری تھی۔ نہ خضر علیہ السلام نے دم کیا تھا۔ نہ خضر علیہ السلام نے مچھلی کو مَس کیا تھا بلکہ وہاں جس پانی سے خضر علیہ السلام وضو کرتے ہیں جس پانی کو مَس کرتے ہیں اس پانی کے چھینٹے اس مچھلی پر پڑے تھے۔ جس ہوا اور فضا میں خضر علیہ السلام سانس لیتے ہیں۔ وہ ہوا اس مچھلی کو لگی تھی۔ صرف اس پانی اور ہوا کے مَس ہونے سے مردہ کو زندگی مل گئی تو قرآن کی نص سے معلوم ہوا کہ ولی کی کرامات میں سے ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بنی اسرائیل کا ولی محض اپنی سانس کی برکت سے موت کو حیات میں بدلتا ہے تو امت محمدی ﷺ کا ولی کتنی ہی موتوں کو حیات میں بدل سکتا ہے۔ پھر آپ وہاں پہنچے اور جب پہنچے تو قرآن مجید میں آتا ہے فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ.

''تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (حضرت خضر علیہ السلام) کو پالیا''۔

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا. ''جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے خصوصی رحمت عطا کی تھی''۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. ''اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا''۔

یعنی اپنے خاص خزانے میں سے علم لدنی عطا کیا تھا۔ ولی کو اللہ کے خزانے میں سے خزانہ خاص سے رحمت خاص ملتی ہے اور اس کے خزانہ خاص سے علم لدنی ملتا ہے اور اس کی برکت اور علامت یہ ہے کہ موت حیات میں بدلتی ہے۔ مردہ دل زندہ ہوتے ہیں یہ اس کی برکت میں سے ہے۔ اب یہ جو میں نے عرض کیا: ''**من لدنا علما**'' اس کی تفسیر کے لئے حدیث پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔ اس مقام پر کتاب التفسیر میں آئی ہے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہاں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جو وہ علم لدنی لینے آئے تھے۔ کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ''کچھ علم وہ ہے جو اللہ نے مجھ کو عطا کیا ہے ضروری نہیں کہ وہ علم آپ بھی لے لیں اور کچھ علم وہ ہے اللہ نے آپ عطا کیا ہے اور ضروری نہیں کہ وہ علم میں بھی لے لوں''۔ اس حدیث پاک میں اس امر کی تصریح کردی گئی کہ نبی کو علم بالوحی نصیب ہوتا ہے۔ جو بذریعہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے اترتا ہے۔ اسکے علاوہ بھی ایک مصدر علم ہے جو بلاواسطۂ جبرائیل عطا ہوتا ہے۔ وہ علم لدنی ہے۔

جس کا ظاہر و باطن کوئی ذریعہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے خزانۂ خاص سے عطا فرماتا ہے۔ علم بالوحی خاص ہے جو صرف انبیاء کو حاصل ہوتا ہے جبکہ علم لدنی نبی اور ولی ہر ایک کے لئے عام ہے۔

حضرت حذیفہ یمانیؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

سالت جبریل عن علم باطن فقال ماهو.

''میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ علم باطن کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ رب العزت

نے یہ بتایا ہے کہ "علم باطن سر بینی وبین احبّاء"علم باطن (علم لدنی) ایک راز ہے جو میرے اور میرے دوستوں کے درمیان ہوتا ہے۔ (اس راز تک کسی غیر کی رسائی نہیں ہوتی)۔

ایک دوسری روایت میں حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا علم دو قسموں کا ہوتا ہے ایک علم وہ ہے جو زبان سے جاری ہوتا ہے۔ جوعلم زبان سے ادا ہوتا ہے وہ علم شریعت نہیں احکام ظاہری کا علم ہے جو بنی آدم پر حجت ہے اس سے فرائض و واجبات اور سنتیں ثابت ہوتی ہیں۔ دوسرا علم جو دل سے جاری ہوتا ہے۔ وہ درحقیقت علم نافع ہے۔ اگر باطن کا نفع کسی کو نصیب ہوتا ہے تو علم بالقلب سے نصیب ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ نے قرآن کو سات حروف اور قرات میں نازل کیا۔ ہر ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ کسی کو ظاہر ملا اور کسی کو باطن ملا مگر سیدنا علی المرتضیٰؓ کو دونوں علم عطا کئے اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں باب مدینۃ العلم قرار دیا۔ ان کی جھولی میں حضور ﷺ نے سارا ظاہر بھی ڈال دیا اور سارا باطن بھی ڈال دیا اور ان سے باب ولایت کو فتح کیا۔ کھولا اور تمام طرق وسلاسل ان سے جاری کئے۔ یہ جوعلم لدنی اور علم باطن ہے اس کے حامل اور وارث اولیاء ہوتے ہیں۔ وہ علم ظاہر جوعلم وحی تھا۔ اس کا سلسلہ تاجدار کائنات ﷺ کی بعثت کے بعد منقطع ہوگیا۔ اب ختم نبوت کے بعد باب نبوت و رسالت بند ہوگیا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد نہ کوئی وحی آئی اور نہ آسکتی ہے۔ اب قیامت تک علم الوحی وہی ہوگا جو تاجدار کائنات نے امت کو دیا اب اس علم الوحی کا فیض اللہ رب العزت نے امت کوعلم لدنی کی شکل میں منتقل کردیا۔ اب علم ظاہر کا وہ فیض کیونکہ علم الوحی کا بھی ایک باطن ہے اور ایک ظاہر ہے۔ علماء مفسرین مجتہدین، محققین اساتذہ متکلمین قراء قرآن علم ظاہر کے حامل رہے جس کو قرآن نے کہا یتلوا علیکم ایتہ " کچھ تلاوت آیات کے وارث بنے کچھ" ویعلمو الکتاب والحکمۃ کچھ تعلیم کتاب کے وارث بنے۔ کچھ تعلیم حکمت کے وارث بنے۔ ویزکیھم یعنی رسول تمہارے میلے کچیلے قلب و باطن کا نگاہ سے تزکیہ فرماتے ہیں۔ جو تمہارے من کے اندھیرے دور کردیتا ہے۔ جو کسی ریاضت سے اندھیرا نہیں جاتا مگر نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے تمہارے باطن کی تاریکی دور ہوجاتی ہے۔ جو اس مصطفیٰ کی مجلس میں بیٹھتا ہے وہ بلا ریاضت صاحب نور ہوجاتا ہے۔ جو مصطفیٰ ﷺ کی نگاہ کا فیض پاتا ہے اس کا بغیر مجاہدہ کے ظاہر و باطن منور ہوجاتا ہے۔

لہذا وہ علم ظاہر جس میں پوشیدہ علم باطن ہے۔ اس کے حامل و وارث، تلاوت قرآن کے وارث قراء اور حفاظ بنے۔ تعلیم کتاب کے وارث علماء اور مفسرین، مجتہدین اور ائمہ بنے۔ جبکہ تعلیم حکمت کے وارث حکماء بنے فقہاء بنے زعما بنے اور تزکیہ کتاب کے تحت اس علم باطن کے حامل اور وارث حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کا طبقہ بنا لہذا جو شخص شریعت کو مانے، علم ظاہر کو مانے مگر علم باطن اور علم تصوف کو نہ مانے اور اس کی نفی کرے تو اس نے تصوف کی اہل سنت کے علماء کی اور اولیاء کی اور صوفیاء کی نفی نہیں کی اس نے قرآن کی نفی کی ہے۔ اس نے علوم

محمدی کی نفی کی ہے۔ اس نے فرائض پیغمبرانہ کی نفی کی ہے۔

میں آپ کو حق بتاتا ہوں کہ علماء بڑے ہوئے مگر اس طریق زہد طریق تصوف طریق سلوک طریق تزکیہ طریق ایصال کی وادیاں عبور کئے بغیر کوئی امام نہیں بنا سب اماموں کے امام جن کے در سے ہر ایک کو علم کی امامت ملی۔ جن کے علم کے فیض سے مذاہب نکلے وہ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ وہ حضور داتا گنج بخش کے بھی امام ہیں۔ پوری امت کے امام ہیں۔ اس علم تصوف اور علم باطن کی بات کررہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں وہ شیخ طریقت بھی تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ پہلے مرید ہوئے پھر شیخ اور مراد ہوئے پھر جس طرح امت کے امام علم تھے۔ اس طرح امام طریقت ومعرفت بھی تھے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے چار ہزار اساتذہ اور شیوخ ہیں جن سے آپ نے پڑھا۔ ان ہزاروں اساتذہ میں ایک استاد بہلول مجذوب بھی ہے۔

باقی اساتذہ کرام سے تو آپ نے حدیث پڑھی، علم ظاہر پڑھا، سب کچھ پڑھا مگر میں پوچھتا ہوں کہ بہلول مجذوب سے کیا پڑھا؟ کیا اس سے اسانید پڑھتے تھے۔ ان سے علم فقہ پڑھتے تھے؟ علم الاحکام پڑھتے تھے؟ نہیں بلکہ وہ بہلول مجذوب دجلہ کے کنارے مکان بناتا تھا۔ وہ پڑھا سکتا ہے؟ امام اعظمؒ امام جعفر صادقؑ کے بھی شاگرد ہیں۔ امام اعظم سیدنا امام باقرؑ کے بھی شاگرد ہیں۔ سیدنا امام حسنؓ کے شاگرد ہیں، امام زید بن علی کے شاگرد ہیں۔ عبداللہ بن عصم بن معاذ کے شاگرد ہیں، امام الحسن الحنیفیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ کل اہل بیت کا خزانہ ان کے پاس ہے لیکن میں جو نکتہ سمجھنا چاہتا ہوں ایک مجذوب کے بھی شاگرد ہیں یہ وہ مجذوب ہے جو دریائے دجلہ کے کنارے گھروندے بناتے تھے اور ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے پوچھا کتنے کا بیچتے ہو فرمایا: دس درہم میں۔ دس درہم لے کر مکان گرادیا فرمایا: جاؤ جنت میں الاٹ ہوگیا۔ ہارون الرشید نے بیوی کا مذاق اڑایا اس طرح جنت میں مکان ملتے ہیں ایسے پیسے برباد کئے کسی غریب کو دیئے ہوتے تو کام آتے۔ ہارون الرشید نے رات کو خواب دیکھا کہ جنت میں محل ہے جب وہ اندر داخل ہونے لگا تو فرشتوں نے روکا تو کہا یہ میری بیوی کا گھر ہے اندر جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ آپ کا نہیں جس کا گھر ہے وہی اس میں جائے گا۔ آنکھ کھل گئی تو بیوی کو اٹھایا اور کہنے لگا اسی مجذوب بابے کے پاس پھر سے چلو بہلول مجذوب کے پاس آئے۔ اب ہارون الرشید پوچھتا ہے بہلول مکان بیچتے ہو فرمایا: بیچتا ہوں۔ ہاں پوچھا! کتنے کا ہے۔ فرمایا: دس ہزار کا ہے۔ کہنے لگے اتنی مہنگائی کل تو 10 درہم کا بیچتا تھا آج دس ہزار درہم کا۔ حضرت بہلولؒ نے فرمایا کل کے گاہک بن دیکھے لے گئے آج کے گاہک دیکھ کر آئے ہیں۔ ارے یہ بہلول مجذوب جس کا سودا دیکھنے دکھانے کا ہے۔ پڑھنے پڑھانے کا نہیں ہے۔ اب امام اعظم ہر کسی سے تو پڑھے ہیں مگر بہلول مجذوب سے کیا پڑھے۔ بہلول مجذوب سے سند عشق لی۔ سند طریقت لی۔ لہذا سند معارفت لی۔ انہوں نے مرید سے مراد بنادیا۔ ☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کا خُلقِ سخاوت اور جود و کرم

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ. (الکوثر، ۱۰۸: ۱)

’’بے شک ہم نے آپ کو ہر خیر و فضیلت میں بے انتہاء کثرت بخشی ہے‘‘۔

اس آیت کریمہ میں کوثر سے مراد ائمہ تفسیر نے مختلف معانی مراد لئے ہیں اور وہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی مختلف شانیں اور فضیلتیں ہیں۔ کوثر سے مراد حوض کوثر بھی مراد لی گئی اور کوثر سے مراد نہر جنت بھی سمجھی گئی ہے اور کوثر کا معنی قرآن بھی لیا گیا ہے اور کوثر کا مفہوم نبوت و حکمت کا عطا کیا جانا بھی سمجھا گیا ہے اور کوثر سے مراد فضائل کی کثرت بھی مراد لی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ ہر شان میں صاحب فضیلت ہیں

آپ ﷺ کو ہر ہر شان میں صاحب فضیلت بنایا گیا ہے کہ آپ کو جو شان بھی ہم نے عطا کی ہے وہ فضیلت کی حیثیت کے ساتھ عطا کی ہے۔ اس شان کا رنگ ہی فضیلت کے غلبے کا ہے اور وہ شان ایسی ہے کہ آپ ہی اس میں صاحب کمال ہیں اور کوثر سے مراد معجزات رسول بھی مراد لئے گئے ہیں کہ آپ ﷺ کو اتنے معجزات ہم نے عطا کئے ہیں جن کی مثال نہیں ہے کسی بھی نبی کو اتنے معجزات عطا نہیں کئے گئے جتنے آپ کو عطا کئے گئے ہیں یا کوثر سے مراد آپ کے اصحاب اور اتباع ہیں کہ ہم نے آپ کو اصحاب اور اتباع میں اتنی کثرت عطا کی ہے جو کہ بے مثال ہے اسی طرح کوثر سے مراد آپ کی امت کی کثرت بھی مراد لی گئی ہے کہ ہم نے مختلف زمانوں میں مختلف نبیوں اور رسولوں کو بھیجا سب کو ایمان لانے والی امت عطا کی ہے مگر آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کی امت میں شامل ہونے والے سب سے زیادہ کثرت کی شان کے ساتھ ہیں یا کوثر سے

مراد آپ کی شان رفعت ذکر ہے ہم نے آپ کا ذکر اس قدر بلند کیا ہے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو شامل کردیا ہے۔ جہاں ذکر الٰہی ہوگا وہاں ذکر رسول بھی ہوگا جہاں شہادت توحید کی بات ہوگی وہاں شہادت رسالت کی بات بھی ضرور ہوگی۔ جہاں الہ اور معبود و مطلق اور حق کا ذکر ہوگا وہاں عبد کامل، محمد رسول اللہ کا ذکر بھی ہوگا۔

اس لئے آپ کے ذکر کی رفعت اور کثرت کا ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. (الم نشرح، ۹۴:۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرمادیا ہے۔

لفظ الکوثر کے مختلف معانی

یا کوثر سے مراد دنیا و آخرت کی نعمتیں بھی ہیں۔ ہم نے آپ کو دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں عطا کردی ہیں۔ ہر دنیوی نعمت اور ہر اخروی نعمت کی کثرت آپ کو عطا کی گئی ہے۔ آپ صاحب نعمت ہیں، آپ ان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن پر انعمت علیہم کی عطا سب سے زیادہ شان کوثر کے ساتھ ہوئی ہے۔ یا کوثر سے مراد نصرت الٰہیہ ہے کہ اللہ نے آپ کی مدد سب سے زیادہ کی ہے اور اپنی نصرت آپ کو شان کوثر کے ساتھ عطا کی ہے اور اس کے زندہ مظاہر کثرت فتوحات کی صورت میں قرآن بیان کرتا ہے۔

حتی کہ الکوثر کا ایک معنی خود کثرت فتوحات بھی ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی نصرت اس قدر کثرت کے ساتھ عطا کی کہ ملائکہ کو آپ کا لشکری و سپاہی اور مجاہد فی سبیل اللہ بنادیا۔ انہوں نے صحابہ کرام کے ساتھ شانہ بشانہ کافروں کا مقابلہ کیا، قرآن کے مطابق میدان بدر میں ایک ہزار فرشتے اترتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل ہوجاتے ہیں اور کافروں ومشرکوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

الکوثر سے مراد مقام محمود کا اعزاز

یا کوثر سے مراد روز قیامت آپ کا مقام محمود پر فائز ہونا مراد لیا گیا ہے کہ مقام محمود پر قیامت کے دن باری تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے اور اپنے بندوں میں سے اور اپنے نبیوں اور رسولوں میں سے اسی کو فائز کرے گا اور اسی کو اس شرف عظیم سے مزین کرے گا جو جملہ صفات و کمالات ہیں جو جملہ جہات اور حیثیات میں شان کوثر کا مالک ہوگا۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ہم نے آپ کو یہ مقام محمود قیامت کے روز شان کوثر کی بنا پر عطا کردیا ہے۔

یا کوثر سے مراد رسول اللہ ﷺ کا قیامت کے روز اللہ رب العزت کے اذن سے شفاعت عظمیٰ کے عظیم منصب پر فائز ہونا مراد ہے۔ جب روز حشر بپا ہوگا قیامت قائم ہوگی۔کل عالم انسانیت اللہ کے حضور پیش ہوگا، حساب و کتاب کا آغاز رسول اللہ کی اللہ کی بارگاہ میں التجاء اور دعا سے ہوگا۔ قیامت کے روز سب سے پہلے سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے حضور حساب و کتاب کے آغاز کی التجاء دعا کریں وہ فرمائیں گے: اذھبوا الی غیری. ''میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ'' اور ہر نبی یہی کہے گا اذھبوا الی غیری ''یہاں کل عالم رسول ﷺ کے پاس آئے گا''۔آپ فرمائیں انا لھا یہ شرف اور اذن اللہ مجھے ہی دیا ہے۔صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

ان الناس یصبرون یوم القیامة جثا کل امة تتبع نبیھا یقولون یا فلان اشفع یا فلان اشفع حتی تنھی الشفاعة الی النبی ﷺ فذلک یوم یبعثه الله المقام المحمود.

(رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب مقام المحمود، ۴/ ۱۷۴۸ الرقم: ۴۴۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ روز قیامت لوگ گروہ در گروہ ہوجائیں گے۔ ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور عرض کرے گی شفاعت فرمایئے، شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی بات رسول اللہ ﷺ پر آکر ختم ہوگی پس اس روز شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

الکوثر سے مراد خلق عظیم

اور کوثر سے مراد آپ کا خلق عظیم بھی مراد لیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ہر خلق کو عظیمت فضیلت اور کثرت عطا فرمائی ہے۔آپ کا ہر ہر خلق، خواہ وہ خلق حلم و بردباری ہو۔خلق جودوکرم اور سخاوت ہو۔ خلق شجاعت و بہادری ہو،خلقِ حیاء وچشم پوشی ہو،خلق حسن ادب ہو،خلق حسن معاشرت ہو،خلق شفقت و رحمت ہو،خلق مہربانی وکرم نوازی ہو،خلق وفا ہو،خلق حسن عہد ہو،خلق صلہ رحمی ہو،خلق تواضع و انکساری ہو،خلق عدل و انصاف ہو،خلق امانت و دیانت ہو،خلق عفت و پاکیزگی ہو،خلق صدق قال ہو،خلق وقار وتمکنت ہو،خلق سکوت و خاموشی ہو،خلق لحاظ ومسرت ہو،خلق برّ اور نیک سیرتی ہو،خلق زہد وتقویٰ ہو،خلق خشیت و طاعت ہو،خلق شفقت و ریاضت ہو،غرضیکہ اللہ رب العزت نے آپ کے ہر خلق کو خلق عظیم بنایا ہے۔ انسانیت کے لئے قابل تقلید، قابل پیروی خلق بنایا ہے۔ عالم انسانیت کے لئے آپ کے خلق کو خلق احسن بنایا ہے اور خلق اتم اور خلق

اکمل بنایا ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو سارے انسانوں کے لئے ایک رول آف ماڈل بنایا ہے۔ آپ کی ذات اقدس کو جملہ انسانوں کے لئے ایک اسوہ حسنہ بنایا ہے اور ہر ایک انسان کو اور جملہ انسانوں کو بیک وقت مخاطب کرتے ہوئے لکم کے صیغے کے ساتھ کہ تمہارے لئے اور صرف تمہارے لئے اپنے رسول کے خلق کو عظیم بنایا ہے اور تمہارے لئے ان کی ذات کو نمونہ اور اسوہ حسنہ بنایا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا:

لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة.

''تحقیق رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے''۔

سخاوت اور جودو کرم کا مفہوم

آیئے آج رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ جو تمہارے اور ہمارے لئے ہے اور جو رسول اللہ کی ذات میں ہے، اس اسوہ حسنہ میں سے آپ کے خلق سخاوت اور جودو کرم کو پڑھتے اور جانتے ہیں۔ سخاوت کیا ہے، سخاوت کا مفہوم یہ ہے:

سهولة الانفاق. (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ص ۶۵ الطبع ۱۹۵۰ مصطفیٰ البابی، المصر)

سہولت اور آسانی کے ساتھ خرچ کرنے کو سخاوت کہتے ہیں اور جو خرچ کرنے میں تنگی محسوس نہ کرے اور کسی قسم کے تردد اور اضطراب کا اظہار نہ کرے اور کسی بھی پریشانی اور پشیمانی کا خرچ کرنے میں سامنا نہ کرے اس جذبے اور طبیعت کے ساتھ خرچ کرنے کو سخاوت کہتے ہیں۔ سخاوت خرچ کرنے میں سہولت کا نام ہے۔ یہ سخاوت بخل اور تنگی کی ضد ہے، بخل میں خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا اور خرچ کرنا تکلیف و اذیت کا باعث بنتا ہے۔ خرچ کرنے میں مال کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔

قرآن نے بیان کیا ہے کہ انسان مال سے شدید محبت کرتا ہے اور فرمایا **وتحبون المال حبا جما** مال کی شدید محبت اللہ کے عطا کردہ رزق میں اس کی راہ میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ لفظ جود کا مفہوم یہ ہے:

تجنب الاكتساب مالا يحمد وهو السجود.

جو چیز ناپسندیدہ ہو اس سے بچنا جود ہے۔ خرچ نہ کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ خرچ کرنا مگر دلی رغبت اور شوق سے خرچ کرنا جود ہے اور اس کے ساتھ ملتا ہوا لفظ کرم ہے۔

الاتفاق بطیب النفس فیما یعظم خطرہ و نفعه . (الشفاء، ٦٥)

اجروثواب اور نفع دنیوی واخروی کے لئے خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنا کرم کہلاتا ہے۔

سخاوت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اپنے حق کو دوسرے کے سپرد کردینا اور اپنے حق کو دوسرے کے پاس رہنے دینا یہ بھی سخاوت ہے۔

التجا فی عما یستحقه المرء عند غیرہ بطبیب نفس. (الشفاء:٦٥)

اپنے حق کو دوسرے کے پاس خوش دلی کے ساتھ رہنے دینا بھی سماحت اور سخاوت ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے خلق سخاوت، خلق جود و کرم اور خلق عطا و نوازش میں بے مثل اور بے مثال اور باکمال ہوئے۔ کوئی بھی اس خلق میں بھی آپ کے برابر نہ تھا، نہ ہی کوئی آپ کے معارض اور مد مقابل تھا، حتی کہ آپ کی پہچان اور شناخت یہ خلق سخاوت اور جود و کرم بن گیا تھا۔

خلق سخاوت میں لفظ ''لا'' کبھی رکاوٹ نہ بنا

آپ ﷺ کے خلق سخاوت اور جود و کرم میں لفظ ''لا'' جس کا ترجمہ ''نہیں'' ہے۔ یہ لفظ آپ کے خلق سخاوت میں کبھی رکاوٹ نہیں بنتا تھا اور نہ ہی آپ کی ساری حیات طیبہ میں کوئی سائل آپ کے پاس آیا ہو اور آپ کی زبان اقدس میں اس کے لئے کبھی بھی اور ہر طرح کے حالات میں یہ لفظ اس کو سننے کو نہیں ملا کہ اے مانگنے والے، اے سوال کرنے والے ''لا'' میں تمہیں نہیں دے رہا۔

اس لئے حضرت جابر بن عبداللہ صحیح بخاری میں بیان کرتے ہیں:

سمعت جابر ابن عبدالله یقول ماسئل رسول الله عن شئی فقال لا.

رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کوئی سوال کرتا تو آپ ''لا'' یعنی نہیں کبھی بھی نہ فرماتے۔

اسی بات کو حضرت انسؓ اور حضرت سہل بن سعد نے بھی صحیح مسلم ۴/۱۸۰۵ میں بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا عالم کیا تھا اور خلق سخاوت میں آپ کی شان اور حالت کیسے ہوتی تھی کم دیتے تھے یا تھوڑا دیتے تھے یا مناسب دیتے یا زیادہ دیتے تھے مگر سائل کو آخر کتنا دیتے تھے؟ یہ سوالات ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

☆☆☆☆☆ (جاری ہے) ☆☆☆☆☆

مفکرِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے حالاتِ زندگی

مرتّبہ: عائشہ بتول

ولادت و ابتدائی زندگی

علامہ اقبال 9 نومبر 1877ء (بمطابق 3 ذیقعدہ 1294ھ) کو ہندوستان کے شہر سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ماں باپ نے نام محمد اقبال رکھا۔ اقبال کے آباء و اجداد قبول اسلام کے بعد اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے اور محلّہ کھیتیاں میں آباد ہوئے۔

شیخ نور محمد دیندار آدمی تھے۔ بیٹے کے لیے دینی تعلیم ہی کافی سمجھتے تھے۔ سیالکوٹ کے اکثر مقامی علماء کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ اقبال جب سنِ شعور کو پہنچے تو انھیں مولانا غلام حسن کے پاس لے گئے جو محلّہ شوالہ کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ شیخ نُور محمد کا وہاں آنا جانا تھا۔ یہاں سے اقبال کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ حسبِ دستور قرآن شریف سے ابتداء ہوئی۔ تقریباً سال بھر تک یہ سلسلہ چلتا رہا کہ شہر کے ایک نامور عالم مولانا سید میر حسن ادھر آ نکلے۔ ایک بچّے کو بیٹھے دیکھا کہ صورت سے عظمت اور سعادت کی پہلی جوت چمکتی نظر آ رہی تھی۔ پوچھا کہ کس کا بچّہ ہے؟ معلوم ہوا تو وہاں سے اُٹھ کر شیخ نور محمد کی طرف چل پڑے۔ دونوں آپس میں قریبی واقف تھے۔ مولانا نے زور دے کر سمجھایا کہ اپنے بیٹے کو مدرسے تک محدود نہ رکھو۔ اس کے لیے جدید تعلیم بھی بہت ضروری ہے انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اقبال کو ان کی تربیت میں دے دیا جائے۔ کچھ دن تک تو شیخ نور محمد کو پس و پیش رہا، مگر جب دوسری طرف سے اصرار بڑھتا چلا گیا تو اقبال کو میر حسن کے سپرد کر دیا۔ ان کا مکتب شیخ نور محمد کے گھر کے قریب ہی کوچہ میر حسام الدین میں تھا۔ یہاں اقبال نے اردو، فارسی اور عربی ادب پڑھنا شروع کیا۔ تین سال گزر گئے۔ اس دوران میں سید میر حسن نے اسکاچ مشن اسکول میں بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ اقبال بھی وہیں داخل ہوگئے مگر پرانے معمولات اپنی جگہ رہے۔ اسکول سے آتے تو استاد کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ میر حسن ان عظیم استادوں کی یادگار تھے جن کے لیے زندگی کا بس ایک مقصد ہوا کرتا تھا: پڑھنا اور

پڑھانا۔لیکن یہ پڑھنا اور پڑھانا نری کتاب خوانی کا نام نہیں۔اس اچھے زمانے میں استاد مرشد ہوا کرتا تھا۔ میرحسن بھی یہی کیا کرتے تھے۔ تمام اسلامی علوم سے آگاہ تھے، جدید علوم پر بھی اچھی نظر تھی۔ اس کے علاوہ ادبیات، معقولات، لسانیات اور ریاضیات میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شاگردوں کو پڑھاتے وقت ادبی رنگ اختیار کرتے تھے تاکہ علم فقط حافظے میں بند ہوکر نہ رہ جائے بلکہ طرزِ احساس بن جائے۔عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے ہزاروں شعراز بر تھے۔ایک شعر کو کھولنا ہوتا تو بیسیوں مترادف اشعار سنا ڈالتے۔

مولانا کی تدریسی مصروفیات بہت زیادہ تھیں مگر مطالعے کا معمول قضا نہیں کرتے تھے۔قرآن کے حافظ بھی تھے اور عاشق بھی۔شاگردوں میں شاہ صاحب کہلاتے تھے۔انسانی تعلق کا بہت پاس تھا۔حد درجہ شفیق، سادہ، قانع، متین، منکسر المزاج اور خوش طبع بزرگ تھے۔روزانہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر قبرستان جاتے، عزیزوں اور دوستوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھتے۔فارغ ہوتے تو شاگردوں کو منتظر پاتے۔واپسی کا راستہ سبق سننے اور دینے میں کٹ جاتا۔یہ سلسلہ گھر پہنچ کر بھی جاری رہتا، یہاں تک کہ اسکول کو چل پڑتے۔شاگرد ساتھ لگے رہتے۔دن بھر اسکول میں پڑھاتے۔شام کو شاگردوں کو لیے ہوئے گھر آتے، پھر رات تک درس چلتا رہتا۔ اقبال کو بہت عزیز رکھتے تھے۔خود وہ بھی استاد پر فدا تھے۔اقبال کی شخصیت کی مجموعی تشکیل میں جو عناصر بنیادی طور پر کارفرما نظر آتے ہیں ان میں سے بیشتر شاہ صاحب کی صحبت اور تعلیم کا کرشمہ ہیں۔سید میرحسن سرسید کے بڑے قائل تھے۔علی گڑھ تحریک کو مسلمانوں کے لیے مفید سمجھتے تھے۔

ان کے زیراثر اقبال کے دل میں بھی سرسید کی محبت پیدا ہوگئی جو بعض اختلافات کے باوجود آخر دم تک قائم رہی۔مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ تو خیر اقبال کے گھر کی چیز تھی مگر میرحسن کی تربیت نے اس جذبے کو ایک علمی اور عملی سمت دی۔اقبال سمجھ بوجھ اور ذہانت میں اپنے ہم عمر بچوں سے کہیں آگے تھے۔بچپن ہی سے ان کے اندر وہ انہماک اور استغراق موجود تھا جو بڑے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔مگر وہ کتاب کے کیڑے نہیں تھے۔کتاب کی لت پڑ جائے تو آدمی محض ایک دماغی وجود بن جاتا ہے۔زندگی اور اس کے بیچ فاصلہ پیدا ہوجاتا ہے۔زندگی کے حقائق اور تجربات بس دماغ میں منجمد ہوکر رہ جاتے ہیں، خونِ گرم کا حصّہ نہیں بنتے۔انھیں کھیل کود کا بھی شوق تھا۔بچوں کی طرح شوخیاں بھی کرتے تھے۔حاضر جواب بھی بہت تھے۔شیخ نُور محمد یہ سب دیکھتے مگر منع نہ کرتے۔جانتے تھے کہ اس طرح چیزوں کے ساتھ اپنائیت اور بےتکلفی پیدا ہوجاتی ہے جو بے حد ضروری اور مفید ہے۔غرض اقبال کا بچپن ایک فطری کشادگی اور بے ساختگی کے ساتھ گزرا۔قدرت نے انھیں صوفی باپ اور عالم استاد عطا کیا جس سے ان کا دل اور عقل یکسو ہوگئے، دونوں کا ہدف ایک ہوگیا۔یہ جو اقبال

کے یہاں حس اور فکر کی نادر یکجائی نظر آتی ہے اس کے پیچھے یہی چیز کارفرما ہے۔ باپ کے قلبی فیضان نے جن حقائق کو اجمالاً محسوس کروایا تھا استاد کی تعلیم سے تفصیلاً معلوم بھی ہوگئے۔ سولہ برس کی عمر میں اقبال نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔فرسٹ ڈویژن آئی اور تمغہ اور وظیفہ ملا۔

اسکاچ مشن اسکول میں انٹرمیڈیٹ کی کلاسیں بھی شروع ہوچکی تھیں لہٰذا اقبال کو ایف اے کے لیے کہیں اور نہیں جانا پڑا، وہیں رہے، یہ وہ زمانہ ہے جب ان کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ یوں تو شعر و شاعری سے ان کی مناسبت بچپن ہی سے ظاہر تھی، کبھی کبھی خود بھی شعر موزوں کرلیا کرتے تھے مگر اس بارے میں سنجیدہ نہیں تھے، نہ کسی کو سناتے نہ محفوظ رکھتے۔ لکھتے اور پھاڑ کر پھینک دیتے۔لیکن اب شعر گوئی ان کے لیے فقط ایک مشغلہ نہ رہی تھی بلکہ روح کا تقاضا بن چکی تھی۔ اس وقت پورا برصغیر داغ کے نام سے گونج رہا تھا۔خصوصاً اُردو زبان پر ان کی معجزانہ گرفت کا ہر کسی کو اعتراف تھا۔ اقبال کو یہی گرفت درکار تھی۔ شاگردی کی درخواست لکھ بھیجی جو قبول کر لی گئی۔مگر اصلاح کا یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ داغ جگت استاد تھے۔متحدہ ہندوستان میں اردو شاعری کے جتنے بھی رُوپ تھے، ان کی تراش خراش میں داغ کا قلم سب سے آگے تھا۔لیکن یہ رنگ ان کے لیے بھی نیا تھا۔ گو اس وقت تک اقبال کے کلام کی امتیازی خصوصیت ظاہر نہ ہوئی تھی مگر داغ اپنی بے مثال بصیرت سے بھانپ گئے کہ اس ہیرے کو تراشا نہیں جاسکتا۔ یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ اصلاح کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے۔مگر اقبال اس مختصر سی شاگردی پر بھی ہمیشہ نازاں رہے۔ کچھ یہی حال داغ کا بھی رہا۔

تعلیم

6 مئی 1893ء میں اقبال نے میٹرک کیا اور 1895ء میں اقبال نے ایف اے کیا اور مزید تعلیم کے لیے لاہور آگئے۔ یہاں گورنمنٹ کالج میں بی اے کی کلاس میں داخلہ لیا اور ہاسٹل میں رہنے لگے۔ اپنے لیے انگریزی، فلسفہ اور عربی کے مضامین منتخب کئے۔ انگریزی اور فلسفہ گورنمنٹ کالج میں پڑھتے اور عربی پڑھنے اورینٹل کالج جاتے جہاں مولانا فیض الحسن سہارنپوری ایسے بے مثال استاد تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت تک اورینٹل کالج گورنمنٹ کالج ہی کی عمارت کے ایک حصّے میں قائم تھا اور دونوں کالجوں کے درمیان بعض مضامین کے سلسلے میں باہمی تعاون اور اشتراک کا سلسلہ جاری تھا۔ 1898ء میں اقبال نے بی اے پاس کیا اور ایم اے (فلسفہ) میں داخلہ لے لیا۔ یہاں پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کا تعلق میسّر آیا۔ جنھوں نے آگے چل کر اقبال کی علمی اور فکری زندگی کا ایک حتمی رُخ متعین کر دیا۔

مارچ 1899ء میں ایم اے کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں اوّل آئے۔ اس دوران میں شاعری کا

سلسلہ بھی چلتا رہا، مگر مشاعروں میں نہ جاتے تھے۔ نومبر 1899ء کی ایک شام کچھ بے تکلف ہم جماعت انھیں حکیم امین الدین کے مکان پر ایک محفلِ مشاعرہ میں کھینچ لے گئے۔ بڑے بڑے سکّہ بند اساتذہ، شاگردوں کی ایک کثیر تعداد سمیت شریک تھے۔ سُننے والوں کا بھی ایک ہجوم تھا۔ اقبال چونکہ بالکل نئے تھے، اس لیے ان کا نام مبتدیوں کے طور پر پُکارا گیا۔ غزل پڑھنی شروع کی، جب اس شعر پر پہنچے کہ:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

تو اچھے اچھے استاد اُچھل پڑے۔ بے اختیار ہو کر داد دینے لگے۔ یہاں سے اقبال کی بحیثیت شاعر شہرت کا آغاز ہوا۔ مشاعروں میں باصرار بُلائے جانے لگے۔ اسی زمانے میں انجمن حمایتِ اسلام سے تعلق پیدا ہوا جو آخر تک قائم رہا۔ اس کے ملّی اور رفاہی جلسوں میں اپنا کلام سناتے اور لوگوں میں ایک سماں باندھ دیتے۔ اقبال کی مقبولیت نے انجمن کے بہت سارے کاموں کو آسان کر دیا۔ کم از کم پنجاب کے مسلمانوں میں سماجی سطح پر دینی وحدت کا شعور پیدا ہونا شروع ہو گیا جس میں اقبال کی شاعری نے بنیادی کردار ادا کیا۔

ایم اے پاس کرنے کے بعد اقبال 13 مئی 1899ء کو اورینٹل کالج میں میکلوڈ عربک ریڈر کی حیثیت سے متعین ہو گئے۔ اسی سال آرنلڈ بھی عارضی طور پر کالج کے قائم مقام پرنسپل مقرر ہوئے۔ اقبال تقریباً چار سال تک اورینٹل کالج میں رہے۔ البتہ بیچ میں چھ ماہ کی رخصت لے کر گورنمنٹ کالج میں انگریزی پڑھائی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کینیڈا یا امریکہ جانا چاہتے تھے مگر آرنلڈ کے کہنے پر اس مقصد کے لیے انگلستان اور جرمنی کا انتخاب کیا۔ 1904ء کو آرنلڈ جب انگلستان واپس چلے گئے تو اقبال نے ان کی دوری کو بے حد محسوس کیا۔ دل کہتا تھا کہ اُڑ کر انگلستان پہنچ جائیں۔ اورینٹل کالج میں اپنے چار سالہ دورِ تدریس میں اقبال نے اسٹبس کی ''ارلی پلانجنٹس'' اور واکر کی ''پولیٹیکل اکانومی'' کا اردو میں تلخیص و ترجمہ کیا، شیخ عبدالکریم الجیلی کے نظری توحیدِ مطلق پر انگریزی میں ایک مقالہ لکھا اور ''علم الاقتصاد'' کے نام سے اردو زبان میں ایک مختصر سی کتاب تصنیف کی جو 1904ء میں شائع ہوئی۔ اردو میں اپنے موضوع پر یہ اولین کتابوں میں سے ہے۔

اورینٹل کالج میں بطور عربک ریڈر مدت ملازمت ختم ہوگئی تو 1903ء میں اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی کی حیثیت سے اقبال کا گورنمنٹ کالج میں تقرر ہو گیا۔ بعد میں فلسفے کے شعبے میں چلے گئے۔ وہاں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ یکم اکتوبر 1905ء کو یورپ جانے کے لیے تین سال کی رخصت لی۔

اعلیٰ تعلیم اور سفر یورپ

25 دسمبر 1905ء کو علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی ٹرنٹی کالج میں داخلہ لے لیا چونکہ کالج میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے لیے گئے تھے اس لیے ان کے لیے عام طالب علموں کی طرح ہوسٹل میں رہنے کی پابندی نہ تھی۔ قیام کا بندوبست کالج سے باہر کیا۔ ابھی یہاں آئے ہوئے ایک مہینے سے کچھ اوپر ہوا تھا کہ بیرسٹری کے لیے لنکنز اِن میں داخلہ لے لیا۔ اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

سر عبدالقادر بھی یہیں تھے۔ اسی زمانے میں کیمبرج کے استادوں میں وائٹ ہیڈ، میگ ٹیگرٹ، وارڈ، براؤن اور نکلسن ایسی نادر روزگار اور شہرہ آفاق ہستیاں بھی شامل تھیں۔ میگ ٹیگرٹ اور نکلسن کے ساتھ اقبال کا قریبی ربط تھا بلکہ نکلسن کے ساتھ تو برابر کی دوستی اور بے تکلفی پیدا ہوگئی۔ میگ ٹیگرٹ ٹرنٹی کالج میں کانٹ اور ہیگل کا فلسفہ پڑھاتے تھے۔ خود بھی انگلستان کے بڑے فلسفیوں میں گِنے جاتے تھے۔ براؤن اور نکلسن عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر تھے۔ آگے چل کر نکلسن نے اقبال کی فارسی مثنوی "اسرار خودی" کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اگرچہ اقبال کو پوری طرح پسند نہیں آیا مگر اس کی وجہ سے انگریزی خواں یورپ کے شعری اور فکری حلقوں میں اقبال کے نام اور کام کا جزوی سا تعارف ضرور ہوگیا۔ انگلستان سے آنے بعد بھی اقبال کی میگ ٹیگرٹ اور نکلسن سے خط و کتابت جاری رہی۔

آرنلڈ جو کیمبرج میں نہیں تھے، لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھاتے تھے، لیکن اقبال بڑی باقاعدگی سے ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ہر معاملے میں ان کا مشورہ لے کر ہی کوئی قدم اُٹھاتے۔ انہی کے کہنے پر میونخ یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے رجسٹریشن کروائی۔ کیمبرج سے بی اے کرنے کے بعد جولائی 1907ء کو ہائیڈل برگ چلے گئے۔ تاکہ جرمن زبان سیکھ کر میونخ یونیورسٹی میں اپنے تحقیقی مقالے کے بارے میں اس زبانی امتحان کی تیاری ہوجائے جو اسی زبان میں ہوتا تھا۔ یہاں چار ماہ گزارے۔ "ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء" کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پہلے ہی داخل کر چکے تھے، ایک زبانی امتحان کا مرحلہ ابھی رہتا تھا، اس سے بھی سرخروئی کے ساتھ گزر گئے۔ 4 نومبر 1907ء کو میونخ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی۔ 1908ء میں یہ مقالہ پہلی بار لندن سے شائع ہوا۔ انتساب آرنلڈ کے نام تھا۔

ڈاکٹریٹ ملتے ہی لندن واپس چلے آئے۔ بیرسٹری کے فائنل امتحانوں کی تیاری شروع کردی۔ کچھ مہینے بعد سارے امتحان مکمل ہوگئے۔ جولائی 1908ء کو نتیجہ نکلا۔ کامیاب قرار دیے گئے۔ اس کے بعد انگلستان

میں مزید نہیں رُکے، وطن واپس آ گئے۔

لندن میں قیام کے دوران میں اقبال نے مختلف موضوعات پر لیکچروں کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا، مثلاً اسلامی تصوّف، مسلمانوں کا اثر تہذیب یورپ پر، اسلامی جمہوریت، اسلام اور عقلِ انسانی وغیرہ بدقسمتی سے ان میں ایک کا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔ ایک مرتبہ آرنلڈ لمبی رخصت پر گئے تو اقبال ان کی جگہ پر لندن یونیورسٹی میں چند ماہ کے لیے عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

مئی 1908ء میں جب لندن میں آل انڈیا مسلم لیگ کی برٹش کمیٹی کا افتتاح ہوا تو ایک اجلاس میں سیّد امیر علی کمیٹی کے صدر چنے گئے اور اقبال کو مجلسِ عاملہ کا رُکن نامزد کیا گیا۔

اسی زمانے میں انھوں نے شاعری ترک کر دینے کی ٹھان لی تھی، مگر آرنلڈ اور اپنے قریبی دوست شیخ عبدالقادر کے کہنے پر یہ ارادہ چھوڑ دیا۔ فارسی میں شعر گوئی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی۔

قیامِ یورپ کے دوران میں اقبال کے دو بنیادی خیالات تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ اقبال وطنی قومیّت اور وحدت الوجود کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اب وہ میلان گریز میں بدلنے لگا تھا۔ خاص طور پر وطنی قومیت کے نظریے کے تو اس قدر خلاف ہوگئے جسے نفرت کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔

یورپ پہنچ کر انھیں مغربی تہذیب وتمدّن اور اس کی روح میں کارفرما مختلف تصوّرات کو براہ راست دیکھنے کا موقع ملا۔ مغرب سے مرعوب تو خیر وہ کبھی نہیں رہے تھے، نہ یورپ جانے سے پہلے نہ وہاں پہنچنے کے بعد۔ بلکہ مغرب کے فکری، معاشی، سیاسی اور نفسیاتی غلبے سے آنکھیں چرائے بغیر انھوں نے عالمی تناظر میں امتِ مسلمہ کے گزشتہ عروج کی بازیافت کے لیے ایک وسیع دائرے میں سوچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان پر مغربی فکر اور تہذیب کا چھپا ہوا بودا پن منکشف ہوگیا۔

جولائی 1908ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے۔ بمبئی سے ہوتے ہوئے 25 جولائی 1908ء کی رات دہلی پہنچے۔

تدریس، وکالت اور سماجی خدمات

ابتداء میں آپ نے ایم اے کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے لیکن آپ نے بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنایا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعر و شاعری بھی کرتے رہے اور سیاسی تحریکوں میں بھرپور انداز میں حصہ لیا۔ 1922ء میں حکومت کی طرف سے سر کا خطاب ملا۔ اقبال انجمن حمایت اسلام کے اعزازی صدر بھی رہے۔

اگست 1908ء میں اقبال لاہور آ گئے۔ ایک آدھ مہینے بعد چیف کورٹ پنجاب میں وکالت شروع کر دی۔ اس پیشے میں کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں فلسفے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تاریخ کی پروفیسری کی پیش کی گئی مگر اقبال نے اپنے لیے وکالت کو مناسب جانا اور دونوں اداروں سے معذرت کر لی۔ البتہ بعد میں حکومت پنجاب کی درخواست اور اصرار پر 10 مئی 1910ء سے گورنمنٹ کالج لاہور میں عارضی طور پر فلسفہ پڑھانا شروع کر دیا، لیکن ساتھ ساتھ وکالت بھی جاری رکھی۔ ہوتے ہوتے مصروفیات بڑھتی چلی گئیں۔ کئی اداروں اور انجمنوں سے تعلق پیدا ہوگیا۔

18 مارچ 1910ء کو حیدر آباد دکن کا سفر پیش آیا۔ وہاں اقبال کے قدیمی دوست مولانا گرامی پہلے سے موجود تھے۔ اس دورے میں سر اکبر حیدری اور مہاراجا کشن پرشاد کے ساتھ دوستانہ مراسم کی بناء پڑی۔ مارچ کی تیئسویں کو حیدر آباد سے واپس آئے۔ اورنگزیب عالمگیر کے مقبرے کی زیارت کے لیے راستے میں اورنگ آباد اُتر گئے۔ دو دن وہاں ٹھہرے۔ 28 مارچ 1910ء کو لاہور پہنچے اور پھر سے اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔ اب معلّمی اور وکالت کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ آخرکار 31 دسمبر 1910ء کو گورنمنٹ کالج سے مستعفی ہو گئے، مگر کسی نہ کسی حیثیت سے کالج کے ساتھ تعلق برقرار رکھا۔ ایک گورنمنٹ کالج ہی نہیں بلکہ پنجاب اور برصغیر کی کئی دوسری جامعات کے ساتھ بھی اقبال کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ پنجاب، علی گڑھ، الٰہ آباد، ناگ پور اور دہلی یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔ ان کے علاوہ بیت العلوم حیدر آباد دکن کے لیے بھی تاریخ اسلام کے پرچے مرتب کرتے رہے۔ بعض اوقات زبانی امتحان لینے کے لیے علی گڑھ، الٰہ آباد اور ناگ پور وغیرہ بھی جانا ہوتا۔ ممتحن کی حیثیت سے ایک اٹل اصول اپنا رکھا تھا عزیز سے عزیز دوست پر بھی سفارش کا دروازہ بند تھا۔

2 مارچ 1910ء کو پنجاب یونیورسٹی کے فیلو نامزد کیے گئے۔ لالہ رام پرشاد، پروفیسر تاریخ، گورنمنٹ کالج لاہور کے ساتھ مل کر نصاب کی ایک کتاب "تاریخ ہند" مرتب کی جو 1913ء کو چھپ کر آئی۔ آگے چل کر مختلف اوقات میں اورینٹل اینڈ آرٹس فیکلٹی، سینیٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبر بھی رہے۔ 1919ء میں اورینٹیل فیکلٹی کے ڈین بنائے گئے۔ 1923ء میں یونیورسٹی کی تعلیمی کونسل کی رکنیت ملی، اسی سال پروفیسر شپ کمیٹی میں بھی لیے گئے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات سے مجبور ہو کر تعلیمی کونسل سے استعفیٰ دے دیا تھا مگر یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر جان مینارڈ نے انھیں جانے نہ دیا۔ اس طرف سے اتنا اصرار ہوا کہ مروتاً استعفیٰ واپس لے لیا۔ اس دوران میں

پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے بھی رکن رہے۔ میٹرک کے طلبہ کے لیے فارسی کی ایک نصابی کتاب ''آئینہ عجم'' مرتب کی جو 1927ء میں شائع ہوئی۔ غرض، پنجاب یونیورسٹی سے اقبال عملاً 1932ء تک متعلق رہے۔

علامہ اقبال کا مزار

بیسویں صدی کے عشرہ اول میں پنجاب کی مسلم آبادی ایک ٹھہراؤ میں مبتلا تھی۔ کہنے کو مسلمانوں کے اندر دو سیاسی دھڑے موجود تھے مگر دونوں مسلمانوں کے حقیقی تہذیبی، سیاسی اور معاشی مسائل سے بیگانہ تھے۔ ان میں سے ایک کی قیادت سر محمد شفیع کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا سر فضل حسین بھی اپنے اپنے حمایتیوں کو لے کر پہنچے، طے پایا کہ پنجاب میں صوبائی مسلم لیگ قائم کی جائے۔ اس فیصلے پر فوری عمل ہوا۔ میاں شاہ دین صدر بنائے گئے اور سر محمد شفیع سیکرٹری جنرل۔ سر فضل حسین عملاً الگ تھلگ رہے۔ اقبال ان سب قائدین کے ساتھ دوستانہ مراسم تو رکھتے تھے مگر عملی سیاست سے انھوں نے خود کو غیر وابستہ ہی رکھا۔

1911ء تک متحدہ ہندوستان کے اکثر مسلمان قائدین، سرسید کے حسب فرمان، انگریزی حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے رہے، لیکن 1911ء اور 1912ء کے بیچ کے عرصے میں حالات جو ایک طرف چلے جارہے تھے، اچانک پلٹا کھا گئے۔ مسلمان سیاست دان بنگال کی تقسیم کے حق میں تھے، انگریز بھی ایسا ہی چاہتے تھے، مگر ہندو اس منصوبے کے سخت مخالف تھے۔ ان کی جانب سے تشدّد کی راہ اختیار کی گئی تو انگریزی حکومت نے رکاوٹ ڈال دی۔ تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس جھٹکے نے مسلمان قائدین کی آنکھیں کھول دیں اور ان کے گذشتہ اندازِ فکری کی غلطی ان پر واضح ہوگئی۔ انھیں اب آ کر احساس ہوا کہ اپنی قومی اور سیاسی زندگی کے تحفظ کے لیے صرف سرکار کی وفاداری پر کمر بستہ رہنا یا انگریزوں کے بنائے ہوئے آئینی ذرائع اختیار کیے رکھنا ناکافی اور بے معنی ہے۔ بقول مولانا شبلی نعمانی تقسیم بنگال کی تنسیخ مسلمانوں کے چہرے پر ایک ایسا تھپڑ مارنے کے مترادف تھی، جس نے ان کے منہ کا رُخ پھیر کر رکھ دیا۔

تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان ہوا تو یکم فروری، 1912ء کو موچی دروازہ لاہور میں مسلمانوں نے ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا، جس میں اقبال بھی شریک ہوئے۔ مقررین نے بڑی جذباتی اور جوشیلی تقریریں کیں۔ اقبال کی باری آئی تو مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا مینار بن کر اُٹھے اور فرمایا: ''مسلمانوں کو اپنی ترقی کے لیے خود ہاتھ پاؤں مارنے چاہیئں۔ ہندوؤں کو اب تک جو کچھ ملا ہے، محض اپنی کوششوں سے ملا ہے۔ اسلام کی تاریخ دیکھو وہ کیا

کہتی ہے۔عرب کے خطّے کو یورپین معماروں نے ردّی اور بیکار پتھر کا خطاب دے کر یہ کہہ دیا تھا کہ اس پتھر پر کوئی بنیاد کھڑی نہیں ہوسکتی۔ ایشیا اور یورپ کی قومیں عرب سے نفرت کرتی تھیں مگر عربوں نے جب ہوش سنبھالا اور اپنے کس بل سے کام لیا تو یہی پتھر دنیا کے ایوانِ تمدن کی محراب کی کلید بن گیا، اور خدا قسم ! روما جیسی باجبروت سلطنت عربوں کے سیلاب کے آگے نہ ٹھہر سکی، یہ اس قوم کی حالت ہے جو اپنے بَل پر کھڑی ہوئی۔!''

اس تقریر سے مجمع میں رواں دواں لحاتی اور بے جہت جوش وخروش اپنی قوم کے زندہ تشخص کے لیے درکار ایک بامعنی قوت میں بدل گیا جو ابھی محدود تھی مگر آگے چل کر اسے وسعت پکڑنی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ مسلمانوں کے چند حلقوں میں بیداری کے آثار پیدا ہو چلے تھے، مگر اس بیداری کے مراکز ایک دوسرے سے لاتعلق چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح بٹے ہوئے تھے۔ متفقہ ملّی قیادت میسر نہیں تھی۔ نتیجۃً مسلمانوں کے اندر متحدہ ہندی قومیت کا رجحان پیدا ہوچلا تھا۔ مسلم لیگ اور ہندو کانگریس کے اجلاس ساتھ ساتھ ہونے لگے تھے۔ ابھی اقبال عملی سیاست سے الگ تھے مگر مسلم قومیت کے اس اصول پر پوری طاقت کے ساتھ قائم تھے جو ان پر قیامِ انگلستان کے زمانے میں منکشف ہوا تھا۔

یورپ سے واپسی کے بعد 1914ء تک کا زمانہ اقبال کی بنیادی فکر کی تشکیل وتکمیل کا زمانہ ہے۔ یورپ میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوچکی تھی۔ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی نمایاں ہوئے۔ انگریزی حکومت کا رویہّ سخت سے سخت تر ہوتا گیا جو جنگ کے خاتمے کے بعد بھی برقرار رہا۔ انگریزی حکومت کے خلاف تحریکوں نے زور پکڑ لیا تھا۔

13 اپریل، 1919ء کو امرتسر شہر کے جلیانوالہ باغ میں ایک احتجاجی جلسہ کیا گیا۔ رُسوائے زمانہ جنرل ڈائر نے لوگوں کو گھیرے میں لے کر اندھا دھند فائرنگ کروائی اور سینکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ گو کہ اقبال نے اس زمانے میں خانہ نشینی اختیار کر رکھی تھی لیکن اس حادثے کی دھمک ان کے دل تک بھی پہنچی۔ انھوں نے مرنے والوں کی یاد میں یہ اشعار کہے:

ہر زائرِ چمن سے یہ کہتی ہے خاکِ پاک
غافل نہ رہ جہان میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے

''میں آپ کو اس اعزاز کی اطلاع خود دیتا مگر جس دنیا کے میں اور آپ رہنے والے ہیں، اس دنیا میں اس قسم کے واقعات احساس سے فروتر ہیں۔ سینکڑوں خطوط اور تار آئے اور آرہے ہیں اور مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ لوگ ان چیزوں کو کیوں گراں قدر جانتے ہیں۔ باقی رہا وہ خطرہ جس کا آپ کے قلب کو احساس ہوا ہے۔ سو قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضے میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جس کی وجہ سے مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا اور مسلمان کہلاتا ہوں، دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی''۔

30 مارچ 1923ء کو انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں اقبال نے اپنی معروف نظم ''طلوع اسلام'' پڑھی۔ یہ نظم یونانیوں پر ترکوں کی فتح کے واقعے پر لکھی گئی تھی۔ نظم کیا ہے، مسلمانوں کے روشن مستقبل کا پیغام ہے

ے دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابی

خلافت کانفرنس نے برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات ابھار کر انھیں اس طرح اپنی گرفت میں لے رکھا تھا کہ مسلم لیگ کا وجود آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ 1924 میں قائداعظم محمد علی جناح کی لگاتار کوششوں سے اس کا احیاء ہوا۔ ادھر پنجاب میں بھی مسلم سیاست بحران کا شکار تھی۔ مسلمانوں کے اندر شہری اور دیہاتی جھگڑا کھڑا ہوگیا تھا، جس نے یونینسٹ پارٹی کو جنم دیا۔ 1923ء کے صوبائی انتخابات کے موقع پر اقبال سے اصرار کیا گیا کہ لیجسلیٹو کونسل کا الیکشن لڑیں مگر انھوں نے انکار کر دیا کیونکہ ان کے قریبی دوست میاں عبدالعزیز بیرسٹر اسی حلقے سے اپنی امیدواری کا اعلان کر چکے تھے جو اقبال کے لیے تجویز کیا جا رہا تھا۔ اقبال حسبِ معمول وکالت میں مصروف تھے کہ 1926ء آ گیا۔ اس سال پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے دوبارہ انتخابات ہونے تھے۔ دوستوں نے پھر زور ڈالا۔ اس مرتبہ میاں عبدالعزیز نے بھی کہہ دیا کہ وہ اقبال کے مقابلے میں کھڑے نہ ہوں گے بلکہ ان کی مدد کریں گے۔ اس بار اقبال مان گئے۔ امیدواری کا باقاعدہ اعلان چھاپ دیا گیا۔ الیکشن ہوئے، ظاہر ہے کہ اقبال ہی کو کامیاب ہونا تھا۔ کونسل کے اندر یونینسٹ پارٹی اکثریت میں تھی۔ اس کی قوّت کو مسلمانوں کے قومی مفاد میں استعمال کرنے کے لیے اقبال یونینسٹ پارٹی میں شامل ہوگئے مگر جب اس جماعت کی ناقابلِ اصلاح خرابیاں مشاہدے میں آئیں تو اقبال نے علیحدگی اختیار کر لی۔ باقی مدت ایک تنہا رُکن کی حیثیت سے گزار دی۔ اسی سال پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری بنائے گئے جس سے برّصغیر کی مسلم سیاست کا دروازہ ان پر کھل گیا۔ اب اقبال عملی سیاست کے میدان میں قدم رکھ چکے تھے۔ ☆☆☆☆☆

وظیفہ برائے قبولیت دعا: یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

فوائد و تاثیرات

یہ وظیفہ کثیر خیر و برکت کا باعث ہے۔ یَا ذا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام پڑھنے سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ اس کو اسم اعظم بھی کہا گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالی بندے کو اپنے خاص شکرگذار اور انعام یافتہ بندوں کی صف میں شامل فرماتا ہے جن کے بارے ارشاد فرمایا:

اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ (النساء،۴: ۶۹)

کثیر خیر و برکت کے حصول کے لئے یَا مَالِکَ الْمُلْکِ یَا ذا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ملا کر پڑھنا مفید ہے۔

عام معمول

اوّل و آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

وظیفہ برائے دفع شر و وساوس: یَا مُقْسِطُ

فوائد و تاثیرات

اس کے پڑھنے سے بندہ شیطان کے شر اور وسوسہ اندازی سے محفوظ رہتا ہے اور ہر حاجت پوری ہوتی ہے اور دوران عبادت وسوسوں کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

عام معمول

اوّل و آخر ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

مونگ کی دال کے کباب

اجزاء: دال مونگ ایک کپ، چکن کا قیمہ ایک کپ، پیاز کٹی ہوئی ایک کپ، ہری مرچ 5 عدد، ثابت دھنیا ایک کھانے کا چمچ، ہرا دھنیا ایک گڈی، سیاہ مرچ حسب ضرورت، نمک حسب ضرورت، تیل فرائی کے لئے اور ایک کپ بیسن۔

ترکیب: مونگ کی دال کے کباب بنانے کے لئے پتیلی میں پانی لے کر اس میں مونگ کی دال، چکن کا قیمہ اور پیاز ڈال کر دھیمی آنچ پر چڑھائیں جب یہ اچھی طرح گل جائیں اور پانی خشک ہوجائے تو اتار کر پیس لیں پھر اس میں آدھا کپ بیسن، پسی کالی مرچ، ثابت دھنیا اور ہرا دھنیا ہری مرچیں اجوائن انار دانہ اور نمک ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں اور اس میں ایک کھانے کا چمچ تیل بھی ملائیں پھر اچھی طرح میش کرلیں۔ اب اس آمیزے کے کباب بنالیں اور ایک کرے میں بیسن کی تہہ بچھا کر اس پر رکھ دیں پھر فرائنگ پین یا توے پر تیل ڈال کر اچھی طرح فرائی کرلیں۔

رائس بالز

اجزاء: چاول ایک کپ (ابلے ہوئے) چکن ایک کپ (ابلی ہوئی)، نمک (حسب ذائقہ) کالی مرچ ایک چائے کا چمچہ (پسی ہوئی)، ہرا دھنیا باریک کٹا ہوا حسب ضرورت ہری مرچ 2 سے 3 عدد چکن پاؤڈر (ایک چائے کا چمچہ) زیرہ ایک چائے کا چمچہ بھنا اور پسا ہوا بند گوبھی (ایک کپ باریک کٹی ہوئی) چیڈر چیز 2 سو گرام (کیوبز میں کٹی ہوئی) میدہ (آدھا کپ) نمک (آدھا چائے کا چمچ) کالی مرچ آدھا چائے کا چمچہ انڈے 3 عدد اور بریڈ کرمبز ایک پیالی۔

ترکیب: سب سے پہلے چاول اور چوکن کو چوپر میں اچھی طرح چوپ کرلیں پھر اس میں ایک عدد انڈا، نمک، کالی مرچ، ہرا دھنیا، ہری مرچ، چکن پاؤڈر اور زیرہ ڈال کر اچھی طرح پیس لیں اب اس مکسچر کو پیالے میں نکال لیں اور اس میں بند گوبھی شامل کرکے مکس کریں پھر اس مکسچر کو ہاتھوں کی مدد سے پھیلا کر اس میں چیز کا کیوب رکھ کر گول بنالیں۔ اب ایک پیالے میں میدہ ڈال کر اس میں کالی مرچ اور نمک ڈال کر مکس کرلیں اور بالز کو میدہ میں کوٹ کرکے پھینٹتے ہوئے انڈے میں ڈیپ فرائی کرلیں اور سنہری کرکے نکال لیں کیچپ یا املی پودینے کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

انار کے فوائد

اناروں کا موسم ہے۔ قدیم یونان اور مصر میں لوگ اسے نسلی زرخیزی اور لافانی زندگی کی علامت سمجھتے تھے۔لیکن اب نئی ریسرچ بھی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اناروں میں حیران کن طبی فوائد موجود ہیں۔ اس خوش ذائقہ پھل کے استعمال سے آپ کئی فوائد حاصل کرسکتے ہیں۔

وزن کم کرنے کیلئے: 100 گرام انار میں صرف 83 کیلوریز ہوتی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو دن بھر الرٹ اور ایکٹو رہنے کے لئے توانائی ملتی ہے۔ اگر آپ ڈائٹ پر ہیں تو انار ضرور کھائیں کیونکہ اس میں زیادہ مقدار میں فائبر ہوتے ہیں۔جس سے آپ کو بھوک کم لگے گی اور آپ کا ہاضمہ بھی تیز ہوگا اس سے بھی بہتر بات یہ کہ اناروں میں سیچوریٹڈ چکنائی موجودنہیں ہوتی جس کی وجہ سے ڈائٹنگ کرنے والوں کے لئے ایک بہترین غذا کا کام دیتے ہیں۔

☆ قوت مدافعت میں اضافہ، مہاسوں اور بال گرنے میں کمی

قوت مدافعت میں اضافہ کے لئے وٹامن سی سب سے بہترین جزو ہے اور انار میں یہ وٹامن سیب سے چار گنا زیادہ مقدار میں موجود ہوتا ہے۔اگر آپ روزانہ آٹھ اونس انار کا جوس پئیں تو آپ کی جلد دانوں سے پاک، جوان اور چمکدار نظر آئیں گے۔ پیونک ایسڈ کی وجہ سے انار کا جوس آپ کی جلد کو سردیوں میں خشکی اور کھردرے پن سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ ایسڈ بالوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے جس کی وجہ سے بالوں کے گرنے میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اب زیادہ سے زیادہ لوگ انار سے حاصل کردہ تیل کو جلد اور بالوں پر استعمال کررہے ہیں۔

☆ بیماریوں کو دور کرے اور روکے

انار میں سبز چائے سے زیادہ اینٹی آکسیڈینٹس موجود ہوتے ہیں اگر اس کے استعمال کو معمول بنالیا جائے تو یہ بڑی آنت، مثانے اور چھاتی کے کینسر سے بھی مدافعت فراہم کرتا ہے۔اس کے چھلکے میں ایلجک ایسڈ موجود ہوتا ہے۔ جو جلد کے کینسر کو بڑھنے سے روکتا ہے۔ اسی لئے آنکولوجی یعنی رسولیوں کے ماہرین اپنے مریضوں کو کوٹا ہوا انار باقاعدگی سے کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔اس کے علاوہ اناروں میں آئرن، پوٹاشیم اور میگنیشیم کی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے یہ انسانی صحت پر بہت اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ دوران حمل انار کا باقاعدگی سے استعمال انیمیا اور اکڑن سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ دل کا معاملہ بھی ہے

انار میں موجود فائٹو کیمیکلز کولیسٹرول اور بلڈ پریشر کم کرتے ہیں جبکہ روزانہ انار کا ایک اونس تازہ جوس پینے سے آپ کی کیروٹڈ آرٹری میں موجود رکاوٹیں دور ہوتی ہیں جوکہ اسٹروک اور دل کی دیگر بیماریوں کا باعث بنتی ہیں۔☆☆☆☆

تحریک منہاج القرآن اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام کانفرنس

تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے عاشورہ محرم الحرام کی شب مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقدہ ''پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے، یزیدیت جو بدبختی، ظلم، استحصال، جبر، تفرقہ پروری، قتل و غارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور حسینیت صبر، شکر، عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ٹھہری۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان اور خواتین شہدائے کربلا کی مقدس زندگیوں کے مطالعہ کو اپنے معمولات کا حصہ بنائیں اور انکی فکر پر چلیں۔

کانفرنس کا اہتمام منہاج القرآن علماء کونسل کی طرف سے کیا گیا جس میں تحریک منہاج القرآن کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، مرکزی صدر علماء کونسل علامہ حاجی امداد اللہ خان، مرکزی ناظم علامہ میر آصف اکبر، مولانا اسلم ندیم نقشبندی، مولانا حافظ نعمان جالندھری اور علامہ نیاز حسین بخاری نے بھی خطاب کیا، اس موقع پر عوامی تحریک کے مرکزی رہنماؤں اور مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔

منہاج القرآن ویمن لیگ اور خانہ فرہنگ کے زیر اہتمام سیدہ زینبؓ سیمینار

منہاج القرآن ویمن لیگ اور خانہ فرہنگ ایران کے اشتراک سے مرکزی سیکرٹریٹ ماڈل ٹاؤن میں بنت علی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سیمینار کا انعقاد کیا گیا، سیمینار کی صدارت منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی صدر فرح ناز نے کی۔ خانہ فرہنگ ایران سے مسز بانی اسدی اور مسز اکبر برخورداری بطور مہمان خصوصی شریک ہوئیں۔ سابق وفاقی وزیر اطلاعات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان، مسلم لیگ ق کی رہنما آمنہ الفت، ایم پی اے سعدیہ سہیل رانا، امامیہ آرگنائزیشن کی مرکزی ناظمہ سجیلہ معظم، ثمینہ احمد، ڈاکٹر ثمر فاطمہ و دیگر خواتین رہنماؤں نے خطاب کیا۔

ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان نے اپنے خطاب میں کہا کہ امت مسلمہ کی خواتین کو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی صفات میں ڈھل کر انکے کردار کا مظہر بننا ہوگا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شخصیت کو آئیڈیل بنائے بغیر آئندہ نسلوں کے مستقبل کو تابناک بنانا ممکن نہ ہو سکے گا۔ آج کی عورت عقیلہ بنی ہاشم سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے اسوہ کی خیرات کے بغیر کبھی کامیابی و ترقی حاصل نہیں کرسکتی، سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے حسینیت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے حق کیلئے وقت کے یزیدوں کو للکارا۔ جہاں حق کی بات ہوگی، عدل و انصاف کی بات ہوگی اور آج کے یزیدوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی بات ہوگی وہاں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مظلوم شہیدوں کی بات بھی ضرور ہوگی۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے جرات، بہادری، صبر اور

استقامت کا پہاڑ بن کر ظالم اور جابر حکمرانوں کا مقابلہ کیا، آج ہم سیدہ کائنات کی بیٹی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی پاکیزہ سنت پر عمل کرتے ہوئے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ 17 جون کو شہید ہونیوالی بہنوں، بیٹیوں اور بھائیوں سے اظہار یکجہتی کرتے ہیں۔ آج کے کرپٹ، ظالم، قاتل اور جابر حکمرانوں کو للکارتے ہیں اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کیلئے انصاف کا مطالبہ کرتے ہیں۔

امامیہ آرگنائزیشن کی مرکزی ناظمہ معروف مذہبی سکالر سجیلہ معظم نے کہا کہ ذکر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور ذکر اہل بیت نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو متحد اور یکجا کیا۔ کربلا میں جب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا تنہا رہ گئیں اور انکے ساتھ اسیروں کا قافلہ تھا جبکہ مقابلے میں ظالم دشمنوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ سلام پیش کرتے ہیں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے صبر کو کہ انہوں نے سفاکیت اور بربریت کے اس دور میں کمال تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کر کے دنیا کو یزیدی دہشتگردی اور حسینی امن پسندی کا فرق بتایا۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی کئی یزید سر اٹھا رہے ہیں جن کے مقابلے کیلئے امت مسلمہ کو متحد ہونا ہوگا۔

مسلم لیگ ق کی رہنماء آمنہ الفت نے کہا کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شخصیت انسانیت کیلئے عظمت اور مشعل راہ ہے، مسلم خواتین کو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو رول ماڈل بنا کر شرم و حیا کا پیکر بننا ہوگا۔ تعلیمات سیدہ زینب سلام اللہ علیہا پر عمل کرنا ہی آج کی عورت کیلئے راہ نجات ہے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت بیان کرتے ہوئے آمنہ الفت جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور آبدیدہ ہوگئیں۔

پی ٹی آئی کی رہنما ایم پی اے سعدیہ سہیل رانا نے کہا کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی تعلیمات کو اگلی نسلوں میں منتقل کرنے کیلئے آج کی ماں کو رہنما اصول حضرت علی علیہ السلام کی بیٹی کے قدموں کے نشانات سے تلاش کرنا ہونگے۔ انہوں نے کہا کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے اسوہ پر چلنے والی بہنوں اور بیٹیوں کی ضرورت ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو ہر موقع پر اپنے ساتھ رکھا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی صدر فرح ناز نے کہا کہ نئی نسل کو مقام اہل بیت کے آداب سکھانا پوری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بیٹوں عون و محمد علیہما السلام کو کربلا میں قربان کر کے پوری انسانیت کو قربانی اور ایثار کا عظیم درس دیا۔ سیمینار سے ڈاکٹر ثمر فاطمہ، افنان بابر، عائشہ مبشر، وزہرا بی بی و دیگر نے بھی خطاب کیا۔

سیدہ زینبؓ کانفرنسز (سنٹرل پنجاب)

محترمہ نورین علوی ضلعی صدر شیخوپورہ نے ضلع فیصل آباد، سیالکوٹ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اس کے تمام PPs میں 10 محرم الحرام تک سیدہ زینبؓ کانفرنسز کا نہ صرف انتظام و انصرام کروایا بلکہ بطور معلّمہ و داعیہ اپنی خدمات سرانجام دیں۔ بالخصوص تحصیل مریدکے کی کانفرنس میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ جس میں 2 ہزار تک خواتین نے شرکت کی اور کثیر تعداد میں ممبر شپ کروائی اور مطلوبہ ٹارگٹس حاصل کئے۔

تربیتی و تنظیمی ورکشاپ

مورخہ 16 اکتوبر 2016ء کو دعوت و تنظیم کے بنیادی منصوبہ کو بطور پائلٹ پراجیکٹ 6 تحصیلات میں لانچ کرنے کے لئے اس منصوبہ کے حوالے سے مرکز پر پہلی بار مرکزی سطح کی ورکشاپ کروائی گئی جس کی نگرانی محترم نائب ناظم اعلیٰ تنویر احمد خان صاحب اور ناظم تربیت محترم غلام مرتضیٰ علوی نے کی باقی فورمز کی طرح ویمن لیگ کی نمائندگی کے لئے مختلف تحصیلات سے ویمن لیگ کی بہنوں نے شرکت کی۔

تحریک منہاج القرآن کا 36 واں یوم تاسیس

تحریک منہاج القرآن کے 36 ویں یوم تاسیس پر بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پاکستان سمیت دنیا بھر میں مقیم تحریک کے کارکنان کو انکی خدمات، استقامت، جرات مندانہ جدوجہد پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ انقلاب کیلئے بہنے والا خون اور کارکنوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ قاتل سن لیں شہداء کا خون تحریک پر قرض ہے، ہر صورت قصاص لیں گے، تحریک منہاج القرآن نے نوجوانوں کو انتہا پسندی، دہشتگردی اور فتنہ خارجیت سے بچایا اور اسلام کے علم و امن کے پیغام کو دنیا بھر میں عام کیا۔

تحریک منہاج القرآن کے قیام کے 36 سال مکمل ہونے پر یوم تاسیس کی پروقار تقریب 16 اکتوبر 2016ء کو مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوئی۔ صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ پروگرام میں تحریک کے دیرینہ عہدیداران و رفقاء، بانی اراکین، شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء، اور اسیران انقلاب و زخمیوں سمیت سینکڑوں کارکنان نے تحریکی جوش و جذبہ سے شرکت کی۔ خواتین کی بڑی تعداد بھی اس پروگرام میں شامل تھی۔

یوم تاسیس کے سالانہ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت و نعت سے ہوا، جس کے بعد تحریکی ترانہ بھی سنایا گیا۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے صدارتی خطاب سے پہلے قائدین نے اظہار خیال کیا، جن میں منہاج القرآن کے امیر لاہور حافظ غلام فرید، رفیق نجم، سید الطاف حسین شاہ، چودھری افضل گجر، اشتیاق حنیف مغل، علامہ غالب پرویز، حاجی فرخ حبیب، علامہ غلام اصغر صدیقی، علامہ محمد حسین آزاد، حاجی محمد حنیف، شیخ محمد اسلم اور عارف چودھری شامل ہیں۔

ڈاکٹر حسین محی الدین نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ تحریک منہاج القرآن نے قرآن و سنت کی حقیقی تعلیمات کو عام کر کے ثابت کر دیا کہ یہی اس صدی کی تجدیدی تحریک ہے۔ علم و امن کے فروغ اور انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے قابل فخر خدمات انجام دینے پر یو این کی طرف سے منہاج القرآن کو سپیشل کنسلٹیٹو کا سٹیٹس ملا، جو پاکستان ہی نہیں پورے عالم اسلام کیلئے باعث فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اسلامک سکالرز کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جو پاکستان کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں علم و امن کی شمعیں روشن کر رہے ہیں۔

تقریب کے آخر میں تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک لاہور کی طرف سے کیک کاٹا گیا اور صدر مجلس نے تحریک کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ ☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے منعقدہ سیدہ زینبؓ سیمینار

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
NOV-2016
LAHORE
Regd CPL No.45

سیرت وفضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات کی VCDs، Audio CDs، DVDs

اور تصانیف سے استفادہ کیجیے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلّل جواب دیتا ہے
اور اِصلاحِ اَحوال واِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔